24

اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان ہر وقت اُسی کی طرف جُھکا رہے اور اُسی سے استعانت طلب کرے

(فرمودہ 22 جون 1956ء بمقام خیبر لاج مری)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بعض مسلمان کہلانے والوں کی نسبت فرماتا ہے کہ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ[1] یعنی جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ایسی دعائیں دیتے اور ایسے تعریفی کلمات تیرے حق میں کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نہیں کہے۔ حالانکہ رسول کو رسالت کے مقام پر جو اس کا اصل روحانی مقام ہوتا ہے خدا تعالیٰ خود کھڑا کرتا ہے کوئی انسان کھڑا نہیں کرتا لیکن بعض بیوقوف سمجھتے ہیں کہ ہم اگر کوئی تعریفی کلمہ کسی کے متعلق کہہ دیں گے تو اِس سے اُس کی شان بڑھ جائے گی۔ وہ نادان یہ نہیں جانتے کہ تمہارے کہنے سے کیا بنتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بتوں کی نسبت فرماتا ہے

کہ وہ نہ نفع اپنے اختیار میں رکھتے ہیں اور نہ ضرر۔2 یہی حال انسانوں کا ہے۔ وہ کسی کی تعریف کر کے اگر اسے آسمان پر بھی چڑھا دیں تو وہ آسمان پر نہیں چڑھ سکتا اور اگر زمین پر گرا دیں تو وہ زمین پر گر نہیں سکتا۔ پس ان کا کچھ کہنا بیوقوفی ہوتا ہے۔

اِس آیت سے ظاہر ہے کہ بعض لوگ کہلاتے تو مسلمان تھے مگر ہوتے منافق تھے۔ اور وہ بعض دفعہ تعریفی الفاظ بولتے تھے مگر اُن کی مراد مذمت کرنا ہوتی تھی۔ جیسے قرآن کریم میں آتا ہے کہ یہودی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور کہتے تھے کہ رَاعِنَا۔3 اب رَاعِنَا کے لفظاً یہ معنے ہوتے ہیں کہ ہم بھی آپ کی بڑی عزت کریں گے آپ بھی ہماری رعایت کریں اور ہمیں اپنی باتیں سننے کا موقع دیں۔ مگر مفسرین لکھتے ہیں کہ وہ ذرا لہجہ بدل کر رَاعِنَا کی بجائے رَاعِیْنَا کہہ دیا کرتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ تُو بڑا متکبر اور مغرور ہو گیا ہے۔ اب بظاہر تو یہی دکھائی دیتا کہ وہ یہی کہہ رہے ہیں کہ آپ بڑے معزز ہیں۔ آپ ہمیں بھی موقع دیں کہ ہم آپ کی باتیں سنیں مگر وہ کہتے یہ تھے کہ اِس شخص کا دماغ خراب ہو گیا ہے اور یہ بڑا متکبر اور مغرور ہو گیا ہے۔

اِسی طرح بعض دفعہ وہ اَور الفاظ استعمال کرتے جو بظاہر تعریفی نظر آتے تھے مگر درحقیقت ان کا مقصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت کرنا ہوتا تھا۔ اور پھر وہ کہتے تھے کہ اگر یہ خدا کی طرف سے ہے تو ہم نے اس سے جو یہ چالاکی کی ہے اس کی اللہ تعالیٰ ہمیں سزا کیوں نہیں دیتا4 مگر خدا کی شان دیکھو کہ آدمی بھی وہی ہے، اُس کا درجہ بھی وہی ہے، اُس کی شان بھی وہی ہے، اس کو بھیجنے والا خدا بھی وہی ہے لیکن ایک زمانہ میں مسلمان کہلانے والے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرید کہلانے والے آپ کی ایسی تعریف کرتے تھے جو جھوٹی ہوتی تھی اور گو وہ ظاہر یہ کرتے تھے کہ وہ آپ کے بڑے معتقد اور جاں نثار ہیں مگر اپنے دل میں مختلف قسم کی کپٹ اور کینہ وغیرہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن کا ظاہری اخلاص اُن کے کسی کام نہیں آ سکتا کیونکہ وہ منافق ہیں اور ظاہر کچھ کرتے ہیں اور ان کے باطن میں کچھ اَور ہے۔ مگر اب امت بھی وہی ہے، نام بھی وہی ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی کا دعوٰی بھی وہی ہے مگر زمانہ کا نقشہ کیسا بدل گیا ہے۔ اُس زمانہ میں منافق منہ سے

تعریف کرتا تھا اور دل میں مذمت اور تحقیر کے جذبات رکھتا تھا اور سمجھتا تھا کہ میں غلط تعریف کر رہا ہوں مگر اب مسلمانوں میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو یہاں تک کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنا آپ کی بڑی ہتک ہے۔ وہ بشر نہیں تھے بلکہ خداتعالیٰ کی طرح عالم الغیب تھے اور دل میں بھی سمجھتے ہیں کہ یہی بات سچ ہے۔ گویا کہ اس زمانہ میں منافق جب کوئی غلط اور بے جا تعریف کرتا تھا تو دل میں سمجھتا تھا کہ میں غلط تعریف کر رہا ہوں۔ یہ اِس تعریف کے مستحق نہیں۔ مگر آج مسلمان آپؐ کی تعریف بھی بے جا کرتا ہے اور پھر دل میں بھی یہ سمجھتا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں بلکہ وہ یہاں تک زور دیتا ہے کہ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر سمجھتا ہے وہ کافر ہے۔ غرض زمانہ کیسا بدل گیا ہے اور کتنا بڑا تغیر دنیا میں واقع ہو چکا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے زمانہ میں زندہ تھے، جب آپ کی شان اور عظمت سارے عالَم پر ظاہر تھی، جب آپ کے ہاتھ پر بڑے بڑے معجزات ظاہر ہو رہے تھے اُس وقت منافق آپ کے متعلق ایسے الفاظ بولتے تھے جو بظاہر تعریفی ہوتے تھے مگر دل میں وہ سمجھتے تھے کہ یہ بات نہیں۔ ہم آپ کی جھوٹی تعریف کر رہے ہیں۔ گویا کبھی تو وہ ایسی تعریف کرتے تھے جو خدا نے نہیں کی اور آپ کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرتے تھے جو خدا نے نہیں کیے۔ اور کبھی وہی لفظ بولتے تھے جو خدا نے بولے۔ لیکن دل میں نہ انہیں اپنی تعریف کی سچائی کا یقین ہوتا تھا اور نہ وہ خدائی الفاظ کی کوئی حقیقت سمجھتے تھے۔ مثلاً قرآن کریم میں آتا ہے کہ منافق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور آکر کہتے تھے کہ ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔5 گویا وہ لفظ وہ بولتے تھے جو مومن بھی بولا کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ تو درست ہے کہ تُو ہمارا رسول ہے مگر مجھے اپنی ذات ہی کی قسم کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں6 کیونکہ یہ دل میں تجھے خدا کا رسول نہیں سمجھتے۔

گویا تین گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ وہ تھا جو وہی لفظ بولتا تھا جو خدا نے بولے مگر پھر بھی خداتعالیٰ نے کہا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ وہ الفاظ تو درست استعمال کرتے تھے مگر دل میں ایمان نہیں رکھتے تھے۔

دوسرے وہ لوگ تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسے الفاظ استعمال کرتے تھے جن کے متعلق وہ اپنے دل میں تو سمجھتے کہ ان کے بُرے معنے ہیں لیکن بظاہر وہ ایسے الفاظ ہوتے تھے جن سے مسلمان یہ سمجھنے لگ جاتے تھے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف کر رہے ہیں۔

اب اِس زمانہ میں ایک تیسری قسم کے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو دل میں بھی سمجھتے ہیں کہ ہم سچے ہیں اور لفظ وہ بولتے ہیں جو خدا نے نہیں بولے اور آپ کی ایسی تعریف کرتے ہیں جو درحقیقت آپ میں نہیں پائی جاتی اور پھر یقین رکھتے ہیں کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں سچ کہہ رہے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بشر نہیں تھے یا کہتے ہیں کہ آپ کو کامل علم غیب حاصل تھا۔

اِس بارہ میں مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جب ہم نے حضرت خلیفہ اول سے پڑھنا شروع کیا تو میرے ساتھ میر محمد اسحاق صاحب بھی شامل ہو گئے۔ ہم دونوں اُس وقت بہت چھوٹی عمر کے تھے۔ ان کی عمر کوئی دس سال کی تھی اور میری عمر بارہ سال کی تھی۔ اُس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک پرانے صحابی کے ایک بیٹے ہوا کرتے تھے جو پرانی طرز کے مولوی تھے اور اُن کے خیالات بھی جاہل مولویوں والے تھے۔ کبھی بات ہوتی اور ہم نے کہنا کہ علمِ غیب تو خدا کو حاصل ہے تو انہوں نے یہ کہنا شروع کر دینا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی عالم الغیب تھے۔ ہمیں چونکہ بچپن سے ہی شرک کے خلاف تعلیم ملی تھی اس لیے ہم اُن سے بحث شروع کر دیتے۔ میری طبیعت میں تو شرم اور ہچکچاہٹ تھی اس لیے میں لمبی بحث نہ کرتا مگر میر محمد اسحاق صاحب اُس کے پیچھے پڑ جاتے مگر وہ بار بار یہی کہتا کہ نہ نہ یہ نہ کہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علمِ غیب حاصل نہیں تھا۔ ایک دن میر محمد اسحاق صاحب نے اپنے سر سے ترکی ٹوپی اُتاری اور اُسے چکر دیا۔ جب انہوں نے ٹوپی گھمائی تو اُس کا پُھندنا ہلا۔ اِس پر انہوں نے پوچھا کہ بتاؤ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پتا ہے کہ اس کا پُھندنا ہلا ہے؟ کہنے لگا ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم ہے کہ اس کا پُھندنا ہلا ہے۔ اِس پر

ہم سب ہنس پڑے مگر وہ بڑی سنجیدگی سے یہی سمجھتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آدمؑ سے لے کر اپنے زمانہ تک اور اپنے زمانہ سے لے کر قیامت تک واقع ہونے والی ہر بات کا علم ہے۔ یہاں تک کہ اگر ٹوپی کا پُھندنا ہلا ہے تو اس کا بھی آپؐ کو پتا ہے۔

غرض ایک زمانہ وہ تھا کہ قرآن کریم فرماتا ہے بعض لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آتے اور لفظ وہی بولتے جو خدا نے کہے تھے مگر دل میں وہ ایمان نہیں رکھتے تھے۔ وہ کہتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اس بات کو جانتا تھا کہ آپ اس کے رسول ہیں مگر فرمایا کہ وہ بالکل جھوٹ بولتے ہیں دل میں آپ کو رسول نہیں سمجھتے۔

پھر فرماتا ہے کہ کچھ اَور لوگ ایسے ہیں جو آتے ہیں اور ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو بظاہر تعریف والے ہوتے ہیں مگر اُن کی مراد بُری ہوتی ہے۔ جیسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم رَاعِنَا نہ کہا کرو بلکہ اُنْظُرْنَا کہا کرو۔7 گویا وہ لفظ تو تعریفی بولتے مگر ایسے الفاظ میں تعریف کرتے جو خدا نے نہیں بولے۔ اور پھر خدا تو کسی سے فریب نہیں کرتا، کسی سے دھوکا اور مکّاری نہیں کرتا مگر ان کا مقصد بظاہر تعریفی الفاظ استعمال کر کے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تنقیص کرنا اور آپ کی تحقیر کرنا ہوتا تھا صرف دھوکا دینے کے لیے وہ اس کی شکل بدل دیتے تھے۔

اب اِس زمانہ میں ایک تیسری قسم کے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو مسلمان کہلاتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق وہ الفاظ استعمال کرتے ہیں جو خدا نے نہیں بولے اور پھر دل میں سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں سچ کہہ رہے ہیں۔ پہلے منافق وہ تھے جو بولتے تو وہی الفاظ تھے جو خدا نے بولے مگر دل میں انہیں تسلیم نہیں کرتے تھے۔ دوسرے منافق وہ تھے جو وہ لفظ بولتے تھے جو خدا نے نہیں بولے مگر دوسروں کو دھوکا دینے کے لیے وہ ان الفاظ کو ایسے رنگ میں ادا کرتے تھے کہ بظاہر یہ سمجھا جاتا کہ وہ بڑی تعریف کر رہے ہیں حالانکہ اُن کا اصل مقصد تحقیر اور تذلیل کرنا ہوتا تھا۔ اب ان کے مقابلہ میں ایک تیسرا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو وہ الفاظ استعمال کرتا ہے جو خدا نے استعمال نہیں کیے۔ خدا کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صرف ایک انسان تھے۔8 مگر وہ کہتے ہیں کہ جو شخص آپ کو

بشر سمجھتا ہے وہ کافر ہے۔ اور پھر وہ کہتے ہیں کہ آپؐ کو علمِ غیب حاصل تھا۔ حالانکہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ اے محمد رسول اللہ! تُو لوگوں سے کہہ دے کہ اگر میں عالم الغیب ہوتا تو ساری خیر اپنے لیے حاصل کر لیتا اور مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچتی۔9 آخر سب لوگ جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مخالفین کی طرف سے سینکڑوں حملے ہوئے۔ یہاں تک کہ آپؐ کو اپنا شہر بھی چھوڑنا پڑا۔ اور پھر آپ کے پیارے اور جاں نثار صحابہ آپ کے سامنے مارے گئے۔ اگر آپ کو علمِ غیب ہوتا تو یہ واقعات کیوں ہوتے اور اِتنی تکالیف آپ کو کیوں پہنچتیں؟ مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق اس بات کا قائل نہیں کہ آپ عالم الغیب تھے وہ کافر ہے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ آج تک جس قدر واقعات ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں ان سب کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم ہے۔ یہاں تک کہ ایک ایسے ہی شخص کے سامنے جب رومی ٹوپی گھمائی گئی اور اُس کا پُھندنا ہِلا اور اُس سے پوچھا گیا کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کا علم ہے کہ رومی ٹوپی کا پُھندنا ہِلا ہے؟ تو وہ کہنے لگا ہاں! آپ کو علم ہے اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔

غرض مختلف زمانوں میں مختلف شکلیں بدلتی چلی گئیں۔ کوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے وہی لفظ استعمال کرتا تھا جو خدا نے استعمال کیے ہیں مگر دل میں وہ آپ کو جھوٹا سمجھتا تھا۔ کوئی ایسا لفظ بولتا تھا جو بظاہر پسندیدہ ہوتا تھا مگر اندرونی طور پر اُس کا مقصد اس لفظ کے استعمال سے آپ کی تحقیر اور تنقیص کرنا ہوتا تھا۔ اور کوئی وہ الفاظ استعمال کرتا ہے جو خدا نے نہیں کہے اور پھر دل میں بھی سمجھتا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے۔ اس سے پتا لگتا ہے کہ جب انسان گِرنے لگتا ہے تو وہ گِر کر کہاں سے کہاں چلا جاتا ہے۔

اِس کا علاج ایک ہی ہے کہ انسان سچے دل سے خداتعالیٰ سے یہ دعا کرتا رہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ 10 کہ خدایا! تُو ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ورنہ انسان اپنی زبان سے سچے الفاظ نکالے تب بھی وہ اسے بعض دفعہ گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں اور اگر ناواجب تعریف اپنی زبان سے کرے تب بھی وہ اسے گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔ اللہ ہی ہے جو انسان کو ہدایت دیتا ہے۔ اگر اُس کا فضل انسان کے شاملِ حال ہو اور اُس کی

رہنمائی اُسے حاصل ہو تو وہ ہدایت پر قائم رہتا ہے اور اگر اُس کا فضل شاملِ حال نہ ہو تو خواہ وہ اچھے لفظ بولے پھر بھی وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ پس انسان کی نجات کی یہی صورت ہے کہ ہر وقت اُسے خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت حاصل ہو۔ اگر یہ نہ ہو تو کوئی انسان صداقت پر قائم نہیں رہ سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی صوفی کا یہ فقرہ سنایا کرتے تھے جو وہ چلتے پھرتے اور اُٹھتے بیٹھتے کہا کرتا تھا کہ "جو دم غافل سو دم کافر"۔ جب خدا سے انسان غافل ہو جاتا ہے تو جس لحہ میں بھی وہ غفلت اختیار کرتا ہے روحانی لحاظ سے کافر ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ وہ رسول کی تعریف کرتا ہے اور اپنی زبان سے وہی الفاظ نکالتا ہے جو خدا تعالیٰ نے کہے ہوتے ہیں مگر چونکہ وہ دل میں ایمان نہیں رکھتا اس لیے ایمان کا اظہار کرنے کے باوجود وہ کافر ہوتا ہے۔ پھر بعض دفعہ وہ دوسرے کی تعریف میں ایسے الفاظ اپنی زبان سے نکالتا ہے جو بظاہر بڑے اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر چونکہ دل میں وہ ان الفاظ کا کچھ اَور مفہوم سمجھتا ہے اور تعریف کی بجائے دوسرے کی تنقیص اس کے مدّنظر ہوتی ہے۔ اس لیے وہ بھی اچھے الفاظ استعمال کرنے کے باوجود اپنے اندر کفر کا رنگ پیدا کر لیتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم سے پتا لگتا ہے کہ آیاتِ الٰہیہ پر سچے دل سے ایمان نہ لانا بھی انسان کو اللہ کی ناراضگی کا مستحق بنا دیتا ہے 11 اور یہ ناراضگی بعض دفعہ اِتنی بڑھتی ہے کہ قرآن کریم کے بعض الفاظ کو دیکھ کر لوگ یہ دھوکا کھا جاتے ہیں کہ ایسے انسان کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی مگر یہ درست نہیں۔ قرآن کریم نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ خواہ کوئی کتنا گنہگار ہو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے 12 صرف ایک فرق ہے جس کو لوگوں نے سمجھا نہیں اور وہ یہ کہ بعض گناہ جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ وہ معاف نہیں ہو سکتے اُس کے معنے یہ ہیں کہ وہ گناہ ایسے ہیں جو توبہ کے بغیر معاف نہیں ہو سکتے۔ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ توبہ کے بغیر بھی جب انسان کی عام حالت سُدھر جائے معاف ہو جاتے ہیں اور بعض گناہ ایسے ہیں جو توبہ کے بعد معاف ہوتے ہیں۔ ورنہ کوئی گناہ نہیں جو معاف نہ ہو سکتا ہو۔ سارا قرآن اس سے بھرا پڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ صرف اِتنی بات ہے کہ بعض گناہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں صرف

اصلاح اور تغیر پیدا کر لینے سے معاف نہیں ہوتے۔ اور بعض گناہ بغیر توبہ کے بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک انسان پہلے نمازیں نہیں پڑھتا تھا لیکن پھر اس کے دل میں ندامت پیدا ہوئی اور اُس نے نمازیں پڑھنی شروع کر دیں۔ تو اس کے دل میں اپنی پہلی حالت پر ندامت کا پیدا ہو جانا اور آئندہ کے لیے اُس کا نمازیں شروع کر دینا اس کی معافی کے لیے کافی ہے۔ لیکن بعض گناہ ایسے ہیں جن کی معافی کے لیے توبہ ضروری ہے مثلاً شرک کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ ایسا گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کر سکتا۔13 اس کے یہ معنے نہیں کہ اللہ تعالیٰ شرک کو کسی صورت میں بھی معاف نہیں کر سکتا بلکہ اِس کے معنے یہ ہیں کہ اس گناہ کی معافی کے لیے توبہ بھی ضروری ہے۔ یعنی صرف یہی کافی نہیں کہ انسان شرک کرنا چھوڑ دے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ساتھ توبہ بھی کرے۔ پس جن گناہوں کے متعلق یہ آتا ہے کہ وہ معاف نہیں ہو سکتے اُس کا یہی مطلب ہے کہ وہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہو سکتے ورنہ سارے گناہ ہی معاف ہو سکتے ہیں۔

اِس بات کے نہ سمجھنے کی وجہ سے دنیا میں کئی لوگ ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ عیسائیوں نے یہ ٹھوکر کھائی کہ انہوں نے توبہ کو ناجائز قرار دے دیا اور مسلمانوں نے یہ ٹھوکر کھائی کہ انہوں نے اِباحت کا رستہ کھول دیا اور یہ سمجھ لیا کہ اگر یونہی منہ سے ایک لفظ کہہ دیا جائے تو توبہ ہو جاتی ہے حالانکہ توبہ کے اصل معنے یہ ہیں کہ اُس کام سے بچنے کی پوری کوشش کی جائے جو خدا تعالیٰ نے ممنوع قرار دیا ہے۔ اور اُس کے حضور اپنے گناہوں کا بار بار اقرار کیا جائے۔ مگر ہر گروہ اپنے اپنے رنگ میں چل رہا ہے۔ کسی نے شریعت کو باطل کر دیا ہے، کسی نے عمل کو باطل کر دیا ہے اور کسی نے ایمان کو باطل کر دیا ہے اور اس طرح ہر ایک نے اپنی ایک نئی شریعت بنا لی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ 14 ہر گروہ اپنی اپنی تعلیم لے کر بیٹھ گیا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہی درست ہے۔ حالانکہ سچی بات وہی ہوتی ہے جو خدا کہتا ہے۔ پس انسان کو چاہیے کہ وہ ہر وقت خدا تعالیٰ کی طرف جھکا رہے اور اُس سے توبہ کرتا رہے اور اُسے کہے کہ الٰہی! اگر تُو میرے ساتھ نہیں ہوگا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا کیونکہ میرا ہر قدم تیری رہنمائی کا محتاج ہے۔ اگر تُو اپنی

رہنمائی میں میرا قدم نہیں اُٹھائے گا تو ہوسکتا ہے کہ میں گمراہ ہو جاؤں اور کسی خطرناک گڑھے میں جا گروں۔ اگر ہر وقت توبہ بھی انسان کے ساتھ رہے اور ایمان بھی اس کے ساتھ رہے اور نیک عمل بھی اس کے ساتھ رہے تو پھر ایسے انسان کو خدا اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے اور وہ ہر قسم کی مصیبت اور مشکلات سے نجات پا جاتا ہے"۔ (الفضل 5 جولائی 1956ء)

1: المجادلة:9

2: وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ (الفرقان:56)

3: النساء:47

4: وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ (المجادلة:9)

5: اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ (المنافقون:2)

6: وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (المنافقون:2)

7: البقرة:105

8: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الكهف:111)

9: لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚۖ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ (الاعراف:189)

10: الفاتحة:6

11: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ (آل عمران:5)

12: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء:49)

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (الشورىٰ:26)

13: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (النساء:49)

14: المومنون:54